محمد حسن الیاس

جزا کا خدائی قانون

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ کائنات اختلافات کی رنگارنگی اور تنوعات کے عجائبات کا نگارخانہ ہے۔ اس کا حسن اختلافات کی آویزشوں کا نتیجہ ہے۔ اس کا نظم اس افتراق میں جھلکتا معجزہ ہے۔ حکمت کی ساری اساس اور دانش کی ساری جستجو کا منتہیٰ اس کے اختلاف میں وحدت کی دریافت اور اس کے افتراق میں یکسانیت کا حصول ہے۔ مادہ کے اس ڈھیر میں اس ذات بے ہمتا کی سب سے بڑی کلید اہل نظر اسی کو قرار دیتے ہیں۔

یہ اختلافات، افتراقات اور تنوع صرف آفاق کا ہی عنوان نہیں، بلکہ انفس انسانی بھی اسی کی رزم گاہ ہے۔ ایک انسان کا دوسرے سے چہرہ، رنگ و روپ اور صوت و آہنگ کا ہی اختلاف نہیں، بلکہ ذواق و حالات میں بھی نہایت درجہ کا تفاوت ہے۔ اہل مذہب کے لیے ان میں وحدت کی تلاش بھی حکمت الٰہیہ کا سر مخفی ہے۔

مذہب کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ یہ دنیا اصلاً آزمایش کے اصول پر بنائی گئی ہے اور اس آزمایش کا ظہور اس کی صفت خلاقیت کے تحت ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تنوع اسی کا مظہر ہے۔ یہاں ہر شخص کو علم و عمل میں پاکیزہ رہنے کا امتحان درپیش ہے، اس میں اس کی کارکردگی کے موافق آخرت میں اسے جزا اور سزا ملے گی جو کہ اصلاً انصاف کے اصول پر بنائی گئی ہے، اس عالم میں کارگردگی کے مطابق وہاں انسان اپنی دنیا آپ بنائے گا اور عمل کے علاوہ وہاں کوئی چیز اثر انداز نہ ہو سکے گی۔

اس مقدمہ کو اگر مان بھی لیا جائے تب بھی اس موقع پر یہ سوال پوری شدت کے ساتھ ہر ذی شعور صادر کر سکتا ہے کہ جس کارگردگی پر آخرت میں انسان نے جزا و سزا پانی ہے، اس کے مواقع اس دنیا میں سب کے لیے یکساں نہیں

ہیں۔ آخرت میں تو علم کی بابت سوال ہوگا اور عمل کو بھی جانچا جائے گا، مگر دنیا میں نہ علم کے حصول کے ذرائع یکساں ہیں اور نہ عمل کے مواقع ایک جیسے، اس کی مثالیں ہر جگہ بکھری پڑی ہیں کہ جن کا شمار 'لا یعدو لا یحصی' ہے، اسی سوال کی انتہائی صورت یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے بعض کو پیغمبری کے منصب سے سرفراز کرتا ہے۔ مذہبی روایت میں یہ بات طے ہے کہ پیغمبر کا رتبہ بہر کیف بقیہ انسانیت سے بالا ہے۔

اس سوال کے جو جوابات دیے جاتے ہیں، اس تحریر میں انھی کی تنقیح مقصود ہے۔

پہلا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ بے شک انسانوں کے لیے کارکردگی کے مواقع مختلف ہیں، مگر اصول یہ ہے کہ جس کی آزمایش سخت ہے، اس کا انعام بھی زیادہ اور جس کی آزمایش کم ہے اس کی جزا بھی کم۔ اس کی سادہ مثال یہ ہے کہ پیغمبر کی موجودگی کی وجہ سے اس کے نہ ماننے کی سزا سخت، تو ماننے کی وجہ سے مرتبہ بھی صحابی کا۔ رہا یہ سوال کہ دیگر زمانے کے لوگوں کو یہ موقع کیوں نہیں فراہم کیا کہ وہ بڑے انعام کے حصول کے لیے بڑا خطرہ مول لیتے؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ دنیا میں مواقع کی تقسیم اور پھر اس حساب سے جزا اور سزا کا حصول انسان کا خود اختیار کردہ ہے، لہٰذا انسان کو اس پر اعتراض کا حق نہیں۔ انسانوں نے خود اپنے لیے یہ امتحان کے اختلافات تجویز کیے ہیں اور یہ بات قرآن اس طرح واضح کرتا ہے کہ، نہ صرف انسان نے خود آگے بڑھ کر اس امانت کا بوجھ اٹھایا، بلکہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ہر انسان اس وقت انفرادی طور پر موجود تھا، اس لیے بظاہر اس بات میں کوئی مانع نہیں کہ ہر انسان کو یہ اختیار بھی دیا جاتا کہ وہ آزمایش کا درجہ بھی خود چن لے۔

ہمارے نزدیک یہ جوابات قابل تسلی نہیں ہیں۔

جہاں تک عقلی تشفی کا سوال ہے تو ایک ایسے واقعہ کے بارے میں جو انسانوں کو یاد نہیں یہ الزام دینا کہ تمھیں قیامت میں جزا افلاس سے کم ملے گی، اس لیے کہ تم نے خود ہی یہ پیکج قبول کیا۔ کم از کم عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ انسانوں کے لیے قیامت کی سب سے بڑی کشش ہی یہی ہے کہ وہاں حسب آرزو پا سکے گا، یہی چیز اس کے حوصلوں کو مہمیز دیتی ہے، وہ عقبات طے کرتا ہے اور نیکی کی بازیاں لڑتا ہے، جبکہ انسان کے فطرت شناس جانتے ہیں کہ صرف سزا کی کمی کے سہارے بڑے درجات سے دست برداری عالی حوصلہ لوگوں کے لیے معرکہ سے پہلے ہی شکست کا اعلان ہے:

تم کہتے ہو کہ وہ جنگ ہو بھی چکی
جس میں رکھا نہیں ہم نے اب تک قدم

قرآن مجید میں سورۂ اعراف (۷) کی آیت ۱۷۲ اور سورۂ احزاب (۳۳) کی آیت ۷۲ میں آیا کوئی حسی واقعہ مراد

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہے یا یہ کوئی تمثیل ہے۔ اس سے قطع نظر یہ آیت تو اپنے سادہ ترجمہ سے واضح کر رہی ہے کہ فیصلہ سب انسانوں نے یکساں طور پر کیا ہے نہ کہ ہر ایک نے اپنے لیے جداگانہ راہ کا انتخاب کیا ہے، بلکہ ان آیتوں سے اسی مدعا کا ثبوت مقصود ہے کہ رنگ و نسل اور زمان و مکان کے اختلاف کے باوجود انسانوں کا جس بات میں امتحان مقصود ہے، وہ سب کے لیے یکساں طور پر میسر ہے۔ مزید برآں سورۂ اعراف (۷) کی آیت ۱۷۳ پڑھی جائے:

اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۚ اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ.

یہاں اسی اعتراض کا جواب پیش نظر ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ ہم تو بعد کے زمانہ میں آئے۔ اس لیے ہمیں وہ ذرائع ہدایت میسر نہ تھے جو بعض دوسروں کو تھے تو گویا یہ آیت خود قطعی شہادت ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے امتحان برابری کی سطح پر لینا ہے۔

اور دوسرا جواب جو قابل فہم ہے، وہ یہ ہے کہ امتحان اپنی صورت کے لحاظ سے تو یقیناً سب سے مختلف ہے، مگر نسبت/ تناسب/ فیصد کے اعتبار سے نتیجہ کار سب سے برابر ہے، یعنی جس کے لیے بظاہر ذرائع ہدایت زیادہ آسانی سے میسر ہیں، اس کے لیے دیگر مشکلات، سخت تر ہو گئی ہیں۔ دیکھیے اہل پاکستان کے لیے بظاہر فہم دین کے ذرائع اتنے زیادہ ہیں، مگر اظہار حق کی راے محدود۔ اہل یورپ کے لیے فہم کی مشکلات ہیں، مگر اظہار حق 'ھنیئًا مریئًا' ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تو یوں کہیے کہ یہ جو دنیا میں آخرت کے امیدواروں کو مختلف پرچے دیے گئے ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ الگ الگ پوسٹ کے امیدوار تھے تبھی سب کو الگ الگ پرچہ دیا گیا ہے، بلکہ پوسٹ سب کی ایک ہے۔ پرچہ سب کو اس کے علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ جتنا علم اتنا تفصیلی پرچہ۔ جتنا کم علم اتنے آسان سوالات۔ اس طرح دونوں کی آسانیاں اور مشکلات برابر ہیں اور جس کے اپنے حساب سے نمبر آئیں گے، انعام میں وہ برابر ہوگا۔

لہٰذا پیدایشی مسلمان خوش نہ ہوں، ان کے لیے بھی جہاں اور جتنا حق واضح ہوا ہے کہ اس کو ماننے کی ذمہ داری باقی ہے، آج ہی کے کچھ بد بخت روز قیامت ابوجہل کے ساتھ ہوں اور بعض خوش نصیب انبیا کی معیت میں ہوں گے۔

یہ جواب اگر عقل کی میزان میں وزن رکھتا ہے تو پھر بتانا ہوگا، خود خدا کی آخری کتاب میں اس کا فیصلہ کیا ہے۔ ہر زمانہ کے لیے امتحان اپنی حقیقت میں اور انعام اپنے انجام کے لحاظ سے یکساں ہیں یا زمان و مکان کی تبدیلی کے باعث انعام مختلف ہوگا (سزا اسی کا عقلی لازمہ ہے)۔ دیکھیے سورۂ نساء (۴) کی آیت ۶۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی جس زمانہ میں اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کا معیار پورا کرے گا، وہ اپنے عمل کے لحاظ سے انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ یہ معیت انعام کی یکسانیت کے لیے قول فیصل ہے۔ اور اگلی ہی آیت میں

یہ ارشاد 'ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ' کو اگر اس اعتراض کی روشنی میں ملاحظہ کیا جائے تو عجب دل نواز تسلی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ کے لوگوں کے لیے اپنے فضل سے معیت کا یہ انعام دیا ہے۔

اسی طرح سورۂ توبہ (۹) کی آیت ۱۰۰ میں کہ السابقون الاولون کے ذکر کے بعد متبعین کا تذکرہ کیا گیا اور سب کو بشارت اور ایک ہی نوید سنائی گئی ہے کہ 'رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا'۔

اس کے علاوہ سورۂ واقعہ میں تو اللہ تعالیٰ نے دوٹوک انداز میں یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ بلند درجات ہر عہد میں ہر ایک کو دعوت مبارزت دیتے ہیں۔ 'وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ وَقَلِیۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ' (۵۶: ۱۰-۱۴)

اس کے بعد اس سوال کا آخری، مگر نازک پہلو باقی رہ گیا کہ بہر کیف نبی کا مرتبہ، عام انسانوں کے لیے اس کا حصول ممکن نہیں ہے۔ یقیناً نہیں، ایسے ہی جیسے کسی بے وزن کے لیے شاعر بننا ممکن نہیں۔ لیکن اس سلسلے میں عقل انسانی تدقیق سے کام لے تو یہاں دو چیزیں ہیں: ایک احترام اور دوسرا انعام۔ احترام تو دوسرے کے لیے فطرت کا خوب صورت احساس ہے، اس کو بجا لانے سے انسان میں محرومی کا احساس نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو خود احترام کرنے والے میں مسرت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

احترام کسی کارہاے نمایاں کے بغیر بھی انسان کر لیتا ہے، مگر کیا انعام بھی انسان اس کے بغیر برداشت کر سکتا ہے۔ اس کا جواب نفی میں ہے۔ انعام میں بنیاد صرف کارکردگی ہو سکتی ہے۔ اس کو سادہ مثال سے سمجھیں، ایک استاد اور شاگرد کے رشتہ میں شاگرد بہر کیف احترام اور ادب کے لحاظ سے استاد سے کم ہے، اس کو کوئی انسان ناانصافی بھی نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کیا شاگرد اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر کے بھی استاد کے برابر نہیں ہو سکتا؟ یہ ماننا ناانصافی ہے۔ جس کا آں سوے افلاک اس روز عدل صدور ممکن نہیں۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.org